SHABANA PERVEEN
Asst. Professor, Dept. of URDU
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)

B.A (H) Part II PAPER -IV

TOPIC: BAGH- O- BAHAR:MEER AMMAN

سوال:۔ باغ و بہار کی روشنی میں میرامن کے فنکارانہ شعور پر اپنا اظہار خیال پیش کیجئے؟

جواب ادب میں زندگی کا جمالیاتی عکس اپنے تمام تر نشیب وفراز اور اپنی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ جلوہ فگن رہتا ہے۔ میرامن اردو ادب کی دنیا میں ایک نمایاں اور اہم نام ہے اور داستان ''باغ و بہار'' ان کا اہم کارنامہ ہے۔

''باغ و بہار'' قصہ ''چہار درویش'' کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس سے پہلے عطا حسین تحسین نے نوطرز مرصع کے نام سے اس کا ترجمہ کیا، لیکن وہ مقبولیت ان کو نصیب نہیں ہوسکی جو میرامن کے باغ و بہار کو نصیب ہوئی۔ باغ و بہار ایک داستان ہے۔ جس میں چار درویشوں اور بادشاہ آزاد بخت کی کہای کو پیش کیا گیا ہے۔

میرامن کا اصل نام میر امان اللہ تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ مغل بادشاہوں کے دور حکومت میں ان کے آباؤ اجداد بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ جب مغلیہ سلطنت کا چراغ بجھ گیا اور دہلی کے شریف گھرانوں کو اپنی عزت وآبرو بچانا اور گزر اوقات کرنا انتہائی مشکل ہوگیا تو دہلی چھوڑ کر تلاش معاش میں ہندوستان کے مختلف گوشوں میں نکل گئے۔ میرامن بھی عظیم آباد کی طرف نکل گئے، لیکن وہاں بھی انہیں چین نہ ملا تب کلکتہ کی طرف رخ کیا جو اس وقت اشرف البلاد بنا ہوا تھا۔ وہاں نواب دلاور جنگ نے انہیں اپنے چھوٹے بھائی محمد کاظم خاں کی اتالیقی کے لئے مقرر کیا دو سال اتالیقی کے فرائض انجام دیئے اسی اثنا میں گلکرسٹ تک رسائی ہوگئی تب چالیس روپے ماہوار پر فورٹ ولیم کالج میں نو وارد انگریزوں کو پڑھانے پر مامور ہوگئے۔

فورٹ ولیم کالج میں رہنے کے دوران ہی میرامن نے ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش پر قصہ چہار درویش کا ''باغ و بہار'' کے نام سے اردو میں آزاد ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ میرامن کی دوسری تالیف ''گنج خوبی'' ہے۔ ''باغ و بہار'' کو میرامن نے ۱۸۰۱ء میں لکھنا شروع کیا جو ۱۸۰۲ء میں مکمل ہوئی اور ۱۸۰۳ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ یہ کتاب ایک جانب چار دد درویشوں کی داستان ہے اور ایک بادشاہ آزاد بخت کی کہانی جن کو عشق نے درویشی کی راہ دکھائی تو دوسری جانب میرامن دہلوی اور فورٹ ولیم کالج کا اردو داستان کی شکل میں پہلا کارنامہ ہے۔ جس نے پرانے اور مشکل اسلوب کو یکسر ترک کر کے اردو زبان کو ایک نیا راستہ نئ شکل دکھا دی۔

یہ قصہ اردو میں ترجمہ ہونے سے قبل فارسی زبان میں قصہ چہار درویش کے نام سے ایک زمانے تک مقبول و عام رہا ہے اس کی تصنیف کا سبب یہ ہے کہ ایک دفعہ امیر خسرو کے پیر سید حضرت نظام الدین اولیا کی طبیعت ناساز ہوئی تب ان کا دل بہلانے کے لئے امیر خسرو نے یہ قصہ بیان کیا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سب سے پہلے عطا حسین تحسین نے ''نوطرز مرصع'' کے نام سے کیا۔ ترجمہ مقبول عام نہ ہوسکا۔ کیونکہ اس میں عربی وفارسی کے فقروں اور محاوروں کی بہتات ہے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لئے میرامن نے نیا اسلوب نکالا۔ میرامن ایک سہل اور سادہ اور صاف اسلوب کے نکالنے میں کس قدر کامیاب ہوئے اس کا اندازہ کوئی عالم کرسکتا ہے۔

میر امن دہلوی حیات اور خدمات:

میر امن دہلوی کی ادبی خدمات اردو ادب میں کئی اعتبار سے منفرد اور مثالی ہے۔داستان گوئی کے فن کو میر امن نے ایک نیا آہنگ عطا کیا ساتھ ہی اردو نثر کو ایک نئی جہت بخشی ۔میر امن کی کتاب باغ و بہار تقریباً دوسو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہر خاص و عام میں مقبول ہے اور بڑے بوڑھے،لڑکے لڑکیاں،عورت مرد سبھی اسے ذوق وشوق سے پڑھتے ہی نہیں بلکہ درسی نصاب میں شامل ہونے کے بعد یہ کتاب اور بھی مقبول ہوگئی،طلبہ وطالبات تو اسے سینے سے لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ادبی خدمات کے پیش نظر میر امن کی دوسری تالیف گنج وخوبی ہے۔گرچہ گنج خوبی اس طرح سے مقبولیت نہ حاصل کرسکی جس طرح سے باغ و بہار مقبول ہوئی،لیکن اردو کے اخلاقی ادب میں اس کا شمار معدودے چند کتابوں میں ہوتا ہے۔

میر امن اردو ادب کے ان چند ادیبوں میں سے ایک ہیں۔جنھوں نے اپنی ادبی زندگی کے بہت ہی قلیل مدت میں کافی مقبولیت حاصل کرلی اور شہرت یافتہ ادیبوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ان کی زندگی ہی میں ان کے مداحوں کا اچھا خاصہ حلقہ تھا۔جس میں اول نمبر پر ڈاکٹر گلکرسٹ تھے۔میر امن کی داستان گوئی میں باغ و بہار کی پہلی اشاعت پر انہوں نے جو نوٹ لکھا تھا۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میر امن نے اردو نثر کو فارسی کی پر تکلف عبارت آرائی اور پیچیدگی کے کہر سے نکال کر جدید دور کی شفاف اور تازہ دھوپ میں لا کھڑا کیا۔ڈاکٹر جان گلکرسٹ فرماتے ہیں کہ’’ان کے بیان میں ایک ایسی کلاسیکی مہارت پائی جاتی ہے کہ اس سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ یہ قصہ ان کا طبع زاد ہے۔‘‘باغ و بہار کی اشاعت سے لے کر آج تک اردو ادب کے ہر اہم نقاد نے میر امن کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ساتھ ہی ان کے بے مثال اسلوب کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی نثر کی خصوصیات پر بحث کی ہے۔بعض نقادوں کے یہاں معروضیت پر جذباتیت غالب آگئی ہے،لیکن میر امن کے اسلوب میں کچھ ایسی دلکشی اور رعنائی ہے کہ ہر صاحب دل بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔اس بابت یوروپی دانشور ڈنکسن فاربس جو باغ و بہار کی تدوین واشاعت میں کئی سال گزارے تھے۔مرامن کے بارے میں اپنے پیش لفظ میں لکھا ہے کہ:

> ’’عطا حسین خان نے نوطرز مرصع کے عنوان سے (فارسی) چہار درویش کا ترجمہ تو کیا،لیکن فارسی محاورات کی کثرت اور پر تکلف اسلوب کی بنا پر اس کو زبان کے نمونے کی حیثیت سے پسند نہ کیا جاسکا۔یہ قباحت دور کرنے کے لئے حوالہ بالا ترجمہ سے میر امن نے قلم بند کیا ہے اور ہندوستانی طالب علم پر فوراً یہ حقیقت واضح ہوجائیگی کہ اس نے کس خوش اسلوبی سے ریختہ کے محاورہ کی برقراری کے ساتھ ساتھ اسلوب کی سادگی اور زبان کی صفائی کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔جس سے زبان پر اس کی قدرت عیاں ہوتی ہے۔کتاب

میں مشرقی آداب وروایات کی دل خوش کن تفاصیل ملتی ہے اور پھر کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی دہلوی زبان اسے ایک حد تک اصل تصنیف بنادیتی ہے۔اس بناپر ہندوستان کی اس مقبول زبان میں شائع شدہ کتابوں میں ایک کارآمد اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔''

میرامن کی ادبی خدمات کے حوالے سے انیسویں صدی کے دو ممتاز اہل قلم سرسید احمد خاں اور مرزا اسداللہ خاں غالب نے اپنے اپنے انداز میں میرامن کی ادبی مرتبہ کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔سرسید لکھتے ہیں کہ:

''اردو نثر لکھنے والوں میں میرامن باغ و بہار لکھ کر سب پر فوقیت لے گیا۔حقیقت میں نظم لکھنے میں جیسا کہ کمال میرامن کو ہے نثر لکھنے میں ویسا ہی کمال میرامن کو ہے۔''

دوسری جانب رجب علی بیگ سرور نے غالب سے پوچھا کہ ان کے خیال میں اردو زبان میں کس کی کتاب عمدہ ہے۔مرزا غالب نے جواب دیا کہ چہار درویش کی (یعنی میرامن کی باغ و بہار کی) اس جگہ پر میرامن کی حیات وسیرت کا بھی بیان ہونا ضروری ہے۔فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) وہ کیسے اور کن حالات میں پہنچے اس کا بھی تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔چونکہ تاریخی واقعہ کافی طویل ہے۔پھر بھی سرسری طور پر یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔میرامن نے باغ و بہار کے دیباچے میں اشارہ کیا ہے۔گویا جنوری ۱۷۵۷ء سے جنوری ۱۷۶۱ء تک کا زمانہ دہلی کے باشندوں کے لئے بے پناہ مصیبت کا دور تھا۔قتل وغارت گری عروج پر تھی۔احمد شاہ ابدالی پہلی بار فاتح کی حیثیت سے دہلی میں داخل ہوا۔ٹھیک چار سال بعد ۱۷۶۱ء میں اس نے دوبارہ فتح دہلی کے بعد لال قلعہ میں دربار کیا۔اس پورے دور میں دہلی والے اپنوں اور پرایوں کے ہاتھوں لٹتے رہے اور دہلی چھوڑ کر بھاگتے رہے۔اسی گھڑی میں میرامن بھی دہلی چھوڑ کر عظیم آباد (موجودہ پٹنہ) پہونچے اور چند سال یہیں قیام پذیر رہے۔اب سوال یہ ہے کہ میرامن دہلی چھوڑ کر سیدھے عظیم آباد پہنچے یا انہوں نے اس زمانے کے دیگر اہل قلم کی طرح اودھ یا بنارس وغیرہ میں بھی قسمت آزمائی کی۔اس کا حال معلوم نہیں۔البتہ میرامن کے اس جملے سے کہ:

''یہ عاجز بھی ہر ایک شہر کی سیر کرتا ہے اور تماشا دیکھتا یہاں تلک پہنچا ہے''

یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ میرامن نے دہلی سے کلکتہ تک مختلف شہروں کی سیر کی اور غالباً ان مقامات پر قسمت آزمائی بھی کی۔عظیم آباد میں میرامن کہاں اور کیسے رہے، معلوم نہیں۔ان کا کہنا ہے کہ عظیم آباد میں کچھ بنی کچھ بگڑی آخر وہاں سے بھی پاؤں اکھڑے روزگار نے موافقت نہ کی۔